اپنی گفتگو اور سلوک سے اللہ تعالیٰ' پر *کامل* اعتماد کا مظاہرہ ہونا چاہیے

جب وہ مصیبت میں گرفتار ہوتے ہیں اور انھیں مدد کی ضرورت ہوتی ہے، یا خود کے لیے وہ کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں تب غافل لوگ ایسے حل تلاش کرنے میں وقت گنواتے ہے جن کے متعلق وہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا کے وہ طاقتور ذرائع ہیں۔ چند لوگ ذی اثر احباب سے مدد کی امّید کرتے ہیں، جب کہ چند لوگ مالدار قسم کے لوگوں سے، شہرت یافتہ یا حکام سے۔ وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ یہ تمام مخلوق بذات خود بے اثر ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ' کی منشا کے مطابق کام کررہی ہے۔ اور اس لیے، چونکہ وہ یہ بھول جاتے ہیں، وہ ان کے دلوں میں گھر بنانے کی کوشش کرتے ہیں!

درحقیقت، ایک ہی ایسی ہستی ہے جو کسی کے لیے خوشی یا غم کا باعث ہوسکتی ہے، اور وہ ہے اللہ تعلیٰ' کی ذات بابرکت! مسلمانوں کو اس سچّائی کا علم ہے۔ اس وجہ سے ان کی باتوں سے، حرکات سے ہر وقت اللہ تعالیٰ' کی جانب سے مدد اور پشت پناہی کی امّید جھلکتی رہتی ہے، اور اس کی رضا مطلوب ہوتی ہے۔ انھیں جب بھی کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہے، وہ مصیبت میں ہوں یا مشکل میں، انھیں پتہ ہوتا ہے صرف اللہ تعالیٰ' ہی ایسے حالات بدلنے پر قادر ہے! اور یہ کہ وہی ایک ہے جو کام آسکتا ہے! اس لیے ایمان والے ایک دوسرے کی اللہ تعالیٰ' کی جانب راغب ہونے کے لیے ہمت افزائی کرتے ہیں اور اور جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے، اسی پر اعتماد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ' قرآن مجید میں فرماتا ہے:

اگر اللہ تعالیٰ' تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمھیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ' پر ہی بھروسا رکھنا چاہیے۔ (سورہ العمران: 160)

مزید برآں، ایمان والے جب بات کرتے ہیں تو وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ' ہمیشہ ان کی جانب ہوتا ہے، اور یہ کہ بغیر اللہ تعالیٰ' کی اجازت کے انھیں کوئی بھی شخص اور

کچھ بھی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، ذیل میں واضح طور پر بتایا گیا، **"۔ ۔ ۔ جو اللہ کی مدد کرے گا ، اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا"** **(سورہ الحج: 40)**۔ نہایت ہی خراب اور حد درجہ تشویشناک حالت یا جان کو سخت خطرہ ایسی صروت حال میں بھی وہ اس بات میں بھروسہ رکھتے ہیں کہ اس میں بھی اللہ تعالی' کی رحمت ہے، اس سچّائی کو وہ اطراف کے لوگوں پر اجاگر کرتے ہیں جیسے قرآن مجید کی آیت میں حضرت یعقوب علیہ سلام نے کہا: **"۔ ۔ ۔ میرا کامل بھروسہ اسی پر ہے اور ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو صرف اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔" (سورہ یوسف: 67)**

ان کی باتوں سے کسی بھی وقت خوف، گھبراہٹ یا ناامّیدی کا مظاہرہ نہیں ہوتا؛ ان کے بات چیت کا انداز پرسکون ہوتا ہے اور ناپ طول کر وہ بولتے ہیں۔ انھیں پتہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی' سے ناامّیدی ان لوگوں کی خاصیت ہے جو اعتقاد کی گہرائی سمجھنے سے قاصر ہے۔ چونکہ وہ اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالی' کی خوائش پر منحصر ہے، اور اللہ تعالی' کی مصلحت کے مطابق ہوتی ہے، اس لیے وہ مشکل اوقات میں بھی جھوٹی تشویشات میں الجھتے نہیں۔ ان کی باتوں میں یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالی' وہی کرے گا جو ان کے لیے سب میں بہترین ہے!

قرآن مجید کی ذیل کی آیت میں ہم سے کہا گیا ہے کہ اللہ یقینا" ان کی مدد کرتا ہے جو اس کی مدد کرتے ہیں: اے ایمان والو! اللہ تعالی' نے جو تم پر احسان کیا ہے اسے یاد کرو جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو اللہ تعالی' نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا اور اللہ تعالی' سے ڈرتے رہو اور مومنوں کو اللہ تعالی' ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔" (سورہ المائدہ: 11)

قرآن مجید میں ایمان والوں کی ایمان سے لبریز تقریر کی کئی مثالیں دی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر، جب بنی اسرائیل سمندر اور فرعون کے بیچ پھنس گئے تھے، جب کہ دیگر نے اپنا ایمان کھو دیا اور ناامّیدی اور خوف میں ڈوب گئے، کہہ رہے تھے، "ہم تباہ ہوگئے،" تب حضرت موسی' علیہ سلام کے الفاظ میں بے انتہا اعتماد تھا، "کبھی نہیں، ہمارا رب ہمارے ساتھ ہے۔" حضرت موسی' علیہ سلام کی تقریر کس طرح اللہ تعالی' پر گہرے اعتقاد کو منعکس کرتی ہے اس بات کا علم ہمیں قرآن مجید میں دیا گیا:

پس وہ (فرعون اور اس کے سپاہی) ان کے تعاقب میں مشرق کی طرف نکلے۔ اور جب دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسی' کے ساتھیوں نے کہا، "ہم تو یقینا" پکڑ لیے گئے!" موسی' علیہ سلام نے کہا، ہرگز نہیں۔ یقین مانو، میرا رب میرے ساتھ ہے جو ضرور مجھے راہ دکھائے گا۔" (سورہ الشعراء: 62 -60)

اس دہری مشکل سے دوچار ہونے پر پیغمبر موسی' علیہ سلام نے صرف اللہ تعالی' پر ہی بھروسہ کیا اور اسی پر منحصر ہوئے اور ان کے اطراف کے لوگوں کو بھی ویسا ہی کرنے کی دعوت دی۔ اللہ تعالی' نے حضرت موسی' علیہ سلام سے کہا کہ اپنے عصا کو سمندر پر مارو، اور جب انھوں نے ویسا کیا تب وہ سمندر بنی اسرائیل کو ایک محفوظ راہ گزر مہیّا کرتے ہوئے وہ دو حصّوں میں بٹ گیا۔ جہاں تک فرعون اور اس کے سپاہیوں کا قصّہ ہے، وہ سب ڈوب گئے۔ یہ قصّہ اللہ تعالی' نے ان لوگوں کو مہیّا کی ہوئی مدد کی مثال ہے جو اسے ہی اپنا نگہبان سمجھتے ہیں اور صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

حضرت موسی' علیہ سلام کی کہانی سے، ایمان کے ہر پہلو سے، اس بات کی شناخت کی جاسکتی ہے کہ انھیں کسی کا خوف نہیں تھا سوائے اللہ تعالی' کے، اور اسی کی ذات میں مکمل اعتماد تھا! قرآن مجید کی ایک آیت میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ "لوگ آپ کے خلاف جمع ہوگئے ہیں، اس لیے اس بات سے خوف کھاؤ" اس بیان سے دھمکایا گیا تھا، تب انھوں نے یہ کہتے ہوئے کہ "اللہ تعالی' ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے" ان کے اعتماد کا مظاہرہ کیا۔

وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کرلئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انھیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے، "ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھّا کارساز ہے۔"
(سورہ العمران: 173)

سلسلۂ کلام منقطع کیے بغیر پرسکون لہجے میں گفتگو

مسلمان خود سے پورے دن کے ہر تجربہ پر ایک ہی سوال کرتے ہیں، "آللہ تعالیٰ' کو راضی کرنے کے لیے میں نے کس طرح اپنا سلوک روا رکھنا چاہیے؟" ایک طرح سے سلوک کا ایک طریقہ جس سے امّید ہے کہ اللہ تعالیٰ' راضی ہوگا یہ بھی ہے کہ بغیر خلل کسی شخص کی پرسکون انداز میں بات سنے۔ اس کے نتیجے میں یہ ہوگا کہ کلام کرنے والے کے لیے اور وہ جو کچھ کہہ رہا یا رہی ہے اس کے لیےعزّت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف، ایسی جگھوں پر جہاں اسلامی اصول حسن اخلاق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، کلام کرنے والے کی طرف متوجّہ نہ ہونا، ایک دوسرے کو مناسب طور پر نہ سننا اور ساتھ ہی بحث مباحثہ کرنا اور مخالف کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنا عام نظارہ ہے۔ خصوصیت سے، ٹی وی کے ٹاک شؤ پر ایسی مثالیں کافی عام ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو اپنے دائرہ عمل میں مہارت رکھتے ہیں کبھی کبھار ایسے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں جو بنیادی طور پر ناشائستہ اور گستاخ ہوتا ہے۔ دوسرے جو کچھ کہتے ہیں اس کا فائدہ لینے کی بجائۓ یہ لوگ غرور سے ان کا کہنا سننے اور قبول کرنے کے لیے کوشش نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے لیے، ان کا مقصد خود پسندی کی نمائش مثلا" لوگوں کی توجّہ اپنی طرف مبذول کرنے یا لوگوں کے بیچ خود کی حیثیت نمایاں رکھنے یا آخر ان کا ہی قطعی فیصلہ، یہ انداز اپنانے کا نہیں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ان کی گفتگو کا طریقہ جچا تلا اور پرسکون ہوتا ہے۔ قرآن مجید سے ملیں اصول حسن اخلاق یعنی خوش اخلاقی و شائستگی کے سبب وہ ہمیشہ ایک دوسرے کو عزّت دیتے ہیں، دوسروں کے جائز کلام کا وہ زیادہ سے زیادہ فائدہ لینے کی کوشش کرتے ہیں اور گستخانہ سلوک سے بچتے ہیں۔

وہ لوگ جو اسلامی اصول حسن اخلاق سے غافل ہیں ان کی ایک صفت یعنی ان کی آواز کا لہجہ ہے۔ وہ سچّائی پر ہے یا مخالف کو ڈرانے دھمکانے کے لیے یا مخالف کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرکے مباحثہ میں جیت حاصل کرنے کے لیے وہ نہایت چڑھی آواز میں بات کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ' قرآن مجید میں مسلمانوں کو نصیحت فرماتا ہے، جو حضرت لقمان نے ان کے فرزند کو کی تھی:

اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر۔ یقینا" آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔ (سورہ لقمان : 19)